Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 02, July-September 2024, **PP**: 284-305
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

جدید دنیا میں مثالی تعلیمی نظام: سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

An Ideal Education System in the Modern World: An Exploratory and Analytical Study in the Context of the Sīrah

1. **Dr. Muhammad Zahid Zahir Iqbal** zahid.zaheer@iub.edu.pk	*Lecturer,* *Department of Hadith,* *The Islamia University of Bahawalpur.*
2. **Rai Muhammad Ejaz Kharal** profijaz080@gmail.com	*Visiting Lecturer,* *Department of Islamic Studies,* *Government College University, Faisalabad.*

How to Cite: Dr. Muhammad Zahid Zahir Iqbal and Rai Muhammad Ejaz Kharal. 2024: "An Ideal Education System in the Modern World: An Exploratory and Analytical Study in the Context of the Sīrah". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (02): 284-305.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
15-08-2024	20-09-2024	30-09-2024

Copyright: ©The Authors

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

جدید دنیا میں مثالی تعلیمی نظام: سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

An Ideal Education System in the Modern World: An Exploratory and Analytical Study in the Context of the Sīrah

1. **Dr. Muhammad Zahid Zahir Iqbal**
Lecturer,
Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur.
zahid.zaheer@iub.edu.pk

2. **Rai Muhammad Ejaz Kharal**
Visiting Lecturer,
Department of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad.
profijaz080@gmail.com

Abstract

Knowledge is the ingredient which has made man superior to all the creatures in the universe. Being a social animal, man needs a proper guidance and training throughout the different stages of life, so he may be capable to cope with the challenges which he has to face in the practical life. Schools, colleges and universities are established to enhance the knowledge and skills of human being in different fields. Man has reached the heights of heavens but at the same time, the shortcomings in its nature and prevailing education system cause issues in the social life. Devine revealed knowledge is sought to redress the issues which are caused by the manmade education system which primarily intends to facilitate the human life. This study aims at discussing the issues which are prevailing in the modern education system. Issues are analyzed and solutions are presented in the light of *Sīrah al Nabaviah*.

Keywords: *Education System, Ideal System, Educational issues, Practical Solution, Sīrah al Nabaviah.*

تمہید

علم اور تعلّم کو انسانی زندگی میں مسلّمہ اہمیت حاصل ہے۔ علم کی وجہ سے انسان نے اشرف المخلوقات کا درجہ پایا اور یہ علم ہی ہے جس سے اتصاف کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں پر فوقیت حاصل کی۔ علمی کمتری کی وجہ سے فرشتوں کو نا صرف حضرت آدم علیہ السلام کی برتری تسلیم کرنا پڑی بلکہ سجدہ ریز ہو کر سر تسلیم خم کرنے کا عملی مظاہرہ بھی کرنا پڑا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں اس قصہ کی روداد یوں بیان فرمائی ہے:

فَلَمَّآ اَنْۢبَاَھُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙقَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ [1]

جب آدم نے انہیں ان اشیاء کے نام بتائے تو اللہ نے فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کا غیب جانتا ہوں۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر برتری کی وجہ ان اشیاء کا علم تھا جو کہ فرشتوں کے لیے غیر معلوم تھیں اور اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر اپنی فوقیت کی ایک وجہ ان اشیاء کے علم کو قرار دیا ہے جو کہ کسی دوسری ہستی کو حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ہم غور کریں تو تمام انبیاء کی دیگر خلائق پر درجہ کے تفوّق کی وجہ بھی علم ہے جو صحائف، کتب اور الواح کی صورت میں ان پر اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کیا گیا، جبکہ باقی لوگ اس اعزاز سے محروم تھے۔

اسلام میں بھی علم، تعلّم اور تعلیمی عمل کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ اگر علم کی اہمیت کا اندازہ کرنا ہو تو اتنا جاننا ہی کافی ہوگا کہ نبی اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی بھی علم و قراءت سے متعلق تھی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پہلی وحی کے نزول کا قصہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرشتے کی قراءت سے متعلق تمام گفتگو بیان فرمائی اور پھر وحی کے الفاظ یوں بیان فرمائے:

فقال: اقرا باسم ربك الذي خلق ، خلق الإنسان من علق ،اقرا وربك الاكرم۔[2]

جبریل علیہ السلام نے کہا: پڑھیے اپنے پیدا کرنے والے رب کے نام سے، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھیے اور آپ کا رب سب سے زیادہ کرم کرنے والا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ پر پہلی نازل ہونے والی وحی کا مضمون علم، قراءت اور تعلیم تھا۔ انسانی زندگی میں تعلیم کی اہمیت اس بات سے عیاں ہوتی ہے کہ دنیوی واخروی فلاح کے لیے علم کا حصول ناگزیر ہے۔ اس کائنات کی سب سے پہلی وجود میں آنے والی چیز بھی قلم ہے جس کا بنیادی تعلق لکھنے پڑھنے سے ہے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کی تخلیق فرمائی اور اس سے ابد تک ہونے والا سب کچھ لکھوا دیا۔[3]

مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خالق کائنات نے سب سے پہلے قلم کو تخلیق فرمایا اور تا ابد تمام اشیاء تحریر کروائیں۔ اس تذکرہ سے اللہ رب العزت کے ہاں قلم اور علم کا درجہ واضح ہوتا ہے۔ مزید برآں نبی اکرم ﷺ کا وحی الٰہی کی کتابت کروانا اور حفظ و تحریر کے ذریعہ محفوظ کروا کر تعلیم کے اس سلسلہ کو جاری وساری رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ رب العالمین اور نبی آخر الزماں ﷺ کے نزدیک دنیوی واخروی فلاح کے لیے علم حاصل کرنا اور تعلیم و تعلّم کے سلسلہ سے جڑے رہنا نہایت ضروری ہے۔ اس بابت نبی اکرم ﷺ کی ہدایت بالکل واضح ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

طلب العلم فريضة علىٰ كل مسلم۔[4]

علم کی تلاش ہر مسلم پر لازم ہے۔

اس حدیث مبارک سے ہر مسلمان کے لیے علم کی فرضیت کا علم ہوتا ہے۔ گویا تعلّم سے راہ فرار ایک مسلم کے لیے میسر نہ ہے۔ بنیادی فرائض کا علم اور پھر لابدّ منہ مسائل سے آشنائی حاصل کرنا ایک ایسا فرض ہے جس میں رخصت کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی اور جو علم آپ کے پاس موجود ہو وہ دوسروں کو منتقل کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ بزبان حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی آخر الزماں ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع میں یہ الفاظ مروی ہیں:

فليبلغ الشاهد الغائب۔ [5]

"حاضر لوگ یہ احکام غیر موجود لوگوں کو پہنچا دیں۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا واضح ارشاد گرامی ہے:

بلغواعنى ولوآية[6]

اگر تمہارے پاس میری طرف سے سنی ہوئی ایک آیت بھی موجود ہو تو اسے دوسروں تک پہنچا دو۔

گویا جس طرح علم کا حصول فرض ہے ویسے ہی اس کا انتقال اور مزید لوگوں کو تعلیم کے زیور سے مزین کرنا فرض ہے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو کہ انسانی معاشرت واجتماعیت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور رہبانیت وترک دنیا کی حوصلہ شکنی کرتا نظر آتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم۔[7]

ان عیسائیوں نے رہبانیت (دنیا سے علیحدگی اختیار کرنا) ایجاد کر لیا، حالانکہ ہم نے یہ رہبانیت ان پر لازم نہیں کی تھی۔

جب الگ تھلگ رہنے اور ترک دنیا کی مذمت کی گئی ہے تو اکٹھے رہنے کی وجہ سے معاشرہ، شہر، ریاستیں اور ملک وجود میں آتے ہیں۔ اجتماعی زندگی اور معاشرت کی صورت میں قواعد وضوابط اور دستور حیات کا جاننا اور ان پر عمل کرنا لازم آتا ہے۔ یہ تمام عوامل علم کے بغیر ادھورے بلکہ معدوم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ انسانوں کے کسی بھی بڑے مجموعہ چاہے وہ گاؤں، شہر یا قصبہ کی صورت میں ہو یا کسی ریاست کی صورت میں، اس کی تحکیم اور بقاء علم، تعلیم اور عمل سے جڑی ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کی بعثت کا بنیادی مقصد دنیا میں انسانوں کو تعلیم دینا اور مالک کائنات سے آشنا کروا کر دنیوی واخروی کامیابی سے ہمکنار کروانا ہے۔ اس بابت قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ موجود ہے:

ولقد بعثنا فى كل امة رسولا ان اعبدوالله واجتنبوا الطاغوت۔[8]

اور ہم نے ہر امت میں اللہ کی عبادت کا حکم دینے اور طواغیت سے بچنے کی تبلیغ کی خاطر انبیاء مبعوث فرمائے۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد انسانوں کو مالک حقیقی سے آشنا کروانا اور علم کو اپنی امت میں عام کرنا تھا اور یہی تعلیم و تعلّم کی وراثت انبیاء کرام اپنے بعد چھوڑ کر گئے ہیں۔ معاشرے اور مملکت میں عام لوگوں کی بھلائی چونکہ تعلیم سے جڑی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے تعلیمی عمل سے جڑے لوگوں کو انبیاء کے ورثاء کی حیثیت دی گئی ہے اور ان کی فضیلت اس قدر ہے کہ کائنات کی ہر چیز حتی کہ پانی میں موجود مچھلیاں بھی تعلیمی عمل سے جڑے لوگوں کے لیے دعا گو رہتی ہیں۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی شاہد ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> جو کوئی علم کی طلب کے راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلا دیتے ہیں اور بلاشبہ فرشتے طالب علم کی خوشنودی کی خاطر اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ علم کے راہی کے لیے زمین و آسمان کے درمیان کی تمام چیزیں حتی کہ مچھلیاں پانی میں بخشش کی دعاء کرتی ہیں اور بے شک ایک عالم کی عبادت گزار پر فضیلت ویسی ہی ہے جیسا کہ چاند کو باقی تمام ستاروں پر فوقیت حاصل ہے اور بلاشبہ علماء انبیاء کے ورثاء ہیں اور انبیاء نے ورثت میں دینار یا درہم نہیں چھوڑے بلکہ انہوں نے وراثت میں علم چھوڑا ہے۔ جس نے علم حاصل کیا، اس نے وافر حصہ لیا۔[9]

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اسوہ حسنہ سے معلوم ہوا کہ کسی بھی معاشرہ اور ریاست میں تعلیم اور نظام تعلیم کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ کوئی بھی ریاست دنیوی واخروی کامیابی، تعلیم اور مؤثر نظام تعلیم کے بغیر حاصل کرنا تو درکنار ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ درج ذیل سطور میں ہم بالاختصار ریاست اور اس کے مؤثر تعلیمی نظام کے باہمی تعلق کا جائزہ سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں لینے کی سعی کریں گے۔

ریاست اور تعلیمی نظم ونسق: سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں

مختلف مفکرین نے ریاست کی مختلف تعبیرات بیان کی ہیں۔ درحقیقت مختلف تعبیرات ریاست کے مختلف عناصر اور اجزاء ترکیبی کا ہی احاطہ کرتی ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ریاست کی تعریف کچھ یوں بیان فرمائی ہے:

ریاست سے مراد لوگوں کا ایک ایسا بڑا گروہ (ملت) ہے جو خاص قوانین اور اصولوں کے تحت ایک معین اور آزاد علاقہ میں تصرف قائم کر لیتے ہیں اور پھر اس کے استحکام کے لیے بھرپور مساعی بروئے کار لاتے ہیں۔ اس طرح ریاست کے قیام کے لیے چار عناصر ضروری قرار پاتے ہیں: خاص علاقہ، آبادی، حکومت اور اقتدار اعلیٰ، ان کے بغیر کسی بھی ریاست کا وجود ممکن نہیں رہتا۔ حضور ﷺ نے مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی جو کہ آج تک دنیا کے لیے اپنی ہیئت و تاثیر کے لحاظ سے بہترین ریاست قرار پائی ہے۔[10]

کسی بھی کامیاب ریاست کے لیے جدید دنیا کے اعتبار سے چار اداروں کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ عدلیہ، مقننہ، دستور ساز اسمبلی اور ذرائع ابلاغ (میڈیا) وہ چار بنیادی ستون ہیں جن پر کسی بھی ریاست کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ ان چاروں اداروں کی کامیابی اور کارکردگی تعلیم و تربیت کے نظام سے جڑی ہوتی ہے۔ ریاست مدینہ میں ہمیں ان چاروں اداروں کی بہترین اور مؤثر عملی مثال نظر آتی ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے ان چاروں اداروں کو وحی الٰہی کی ہدایات کی روشنی میں منظم فرمایا اور وحی پر مبنی علم سے ان کو مثالی درجہ تک پہنچا دیا۔ ریاست مدینہ کی مجموعی کامیابی اور مثالی کارکردگی کے درپردہ وہ علمی و عملی بنیادیں ہیں جو کہ نبی مکرم ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ سے رکھیں۔ ہم سب سے پہلے اس بات کا جائزہ لیں گے کہ ریاست مدینہ کی کامیابی اور مثالی حیثیت کے درپردہ وہ کون سی علمی بنیادیں تھیں جن کی بدولت اس ریاست کے چاروں بنیادی ادارے اور باقی تمام محکمہ جات بہترین کارکردگی کے مظاہر بنے۔

اوّل: تعلیم کی لازمی حیثیت

سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست مدینہ میں علم کا حصول ہر مرد و زن کے لیے لازم تھا۔ اور نبی محترم آقا محمد مدنی ﷺ کی بعثت کا ایک بنیادی مقصد بھی اسی تعلیمی و تبلیغی مقصد کی تکمیل تھا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كما أرسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم آياتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة و يعلمكم ما لم تكونوا تعلمون۔[11]

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان ایسا رسول مبعوث فرمایا جو کہ تمہارے پاس ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے اور وہ تمہیں ایسی باتوں کی تعلیم دیتا ہے جو کہ تمہیں قبل ازیں معلوم نہیں تھیں۔

علاوہ ازیں نبی آخر الزماں ﷺ کا ارشاد گرامی بالکل واضح تھا کہ علم کی تلاش ہر مسلم کے لیے لازم ہے۔[12] تعلیم کی یہی لازمی حیثیت ہی ریاست مدینہ کی کامیابی کی بنیادی وجہ تھی۔ عصر حاضر میں بھی ریاست کی کامیابی کے لیے تعلیم کی لازمی حیثیت ہونا انتہائی ناگزیر ہے۔

دوم: بے لوث تعلیمی نظام

نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ اور خیر القرون میں تعلیم کی لازمی حیثیت کے ساتھ اس میں بے لوث جذبہ اور مفت تعلیمی سلسلہ کا عنصر کارفرما تھا۔ ہر صاحب علم اپنا علم دوسروں تک پہنچانے کا مکلّف تھا کیونکہ حکم عام تھا:

بلغوا عني ولو آية[13]

اگر مجھ سے ایک آیت بھی سنی ہے تو وہ دوسروں تک پہنچاؤ۔

تعلیمی نظام سے منسلک افراد میں جتنا اخلاص اور بے لوثی کا جذبہ ہو گا، ریاست کا نظام تعلیم اتنا ہی مؤثر اور مثالی ہو گا۔ لیکن

اس کا یہ مطلب نہیں کہ تعلیمی عمل سے جڑے افراد کوئی معاوضہ نہیں لے سکتے۔ خیر القرون میں اس کی مثالیں موجود ہیں کہ معلمین کو وظائف دیئے جاتے تھے۔ کچھ لوگ وظائف لینے سے انکاری تھے تو ان کی ستائش فرمائی گئی کہ وہ اعلیٰ ترین درجہ کے استغناء کی عملی مثال بنے، جبکہ وظائف حاصل کرنے والے بھی لالچ سے مبرا محض اپنی بنیادی انسانی ضروریات کی تکمیل تک محدود تھے۔[14] عصر حاضر میں تعلیمی نظام کے انحطاط کی ایک وجہ اس جذبہ کی جگہ لالچ اور مادی اغراض کا غلبہ بھی ہے۔

سوم: بچوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ

انسانی زندگی میں بچپن کا دور سنہری حیثیت کا حامل ہے۔ اس دور میں حافظہ بہترین حالت میں ہوتا ہے اور تعلّم کا موزوں ترین وقت ہونے کی وجہ سے یہ عرصہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ انسان اس دورانیہ میں مشاہدات، سماعت اور عمل تعلّم سے جو کچھ بھی حاصل کرتا ہے وہ لمبا عرصہ بلکہ عمر بھر اس کے دماغ میں متمکن رہتا ہے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

العلم فی الصغر کالنقش علی الحجر[15]

بچپن میں سیکھنے کا عمل پتھر پر لکیر کی طرح مضبوط اور دیرپا ہے۔

نبی کریم ﷺ بچوں کی تربیت اور تعلیم پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ نبی مکرم ﷺ کا رشاد گرامی اس بابت واضح اشارہ ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت ان کے دنیوی و اخروی مستقبل کی ضامن ہوتی ہے:

کل مولود یولد علی الفطرة،فابواہ یھودانہ او ینصرانہ۔۔(الحدیث)[16]

ہر بچہ فطرت کے مطابق پیدا ہوتا ہے۔ بعد ازاں اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ بچوں کی تعلیم و تربیت ان کے مستقبل کا فیصلہ کرتی ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ بچوں کی تربیت پر خاص توجہ دیتے تھے جیسا کہ ابو عمیر، حسن و حسین اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کی تربیت اور انہیں مختلف مواقع پر نصائح و تاکیدات سے نبی اکرم ﷺ کی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے فکر واضح ہوتی ہے۔[17] کسی بھی ریاست کے تعلیمی نظام میں قبل از مدرسہ کی عمر میں تربیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔

چہارم: خواتین کی تعلیم

خواتین کی تعلیم و تربیت کسی بھی معاشرہ اور ریاست کے لیے انتہائی ناگذیر ہے۔ ایک باشعور اور فاضلہ ماں بحسن وخوبی اپنے بچوں کی بہترین تربیت اور خاندانی فرائض سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے ہفتہ میں ایک دن خاص کر رکھا تھا اور اسی طرح عید کی نماز کے بعد خطبہ و دعاء میں ان کی خصوصی شرکت کی تاکید فرماتے تھے۔ امہات المومنین اور دیگر صحابیات کا کثیر تعداد میں روایات کو بیان کرنا اور کئی ایک کا مکثرین (کثیر الروایہ) کی فہرست میں شامل ہونا اس بات کا مظہر ہے کہ ریاست مدینہ میں خواتین کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔[18] عصر حاضر میں بھی خواتین کی تعلیم و تربیت کے خاص اہتمام کی ضرورت ہے۔ ریاستی تعلیمی نظام میں تعلیم نسواں کو ترجیحی حیثیت حاصل ہونی چاہیے تاکہ باشعور مائیں اپنی نسل نو کی بہترین تعلیم و تربیت کا اہتمام کر سکیں۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں خواتین کے لیے باقاعدہ الگ مدارس قائم کیے گئے تھے اور ان میں بہترین تعلیمی و تدریسی سہولیات میسر تھیں۔[19]

پنجم: خصوصی افراد کی تعلیم و تربیت کا اہتمام

معاشرتی مسابقت کے اس دور میں خصوصی (معذور) افراد کو نظر انداز کرنے کا رویہ عام ہے۔ مختلف معذوریوں کے شکار

یہ افراد سماعت، بصارت، کسی عضو سے محرومی یا بے بسی سے تو نبرد آزما ہوتے ہی ہیں۔ مزید برایں یہ لوگ معاشرتی رویوں اور عدم توجہی کی وجہ سے محروم سے محروم تر ہوتے نظر آتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے مختلف دیگر پہلوؤں کی طرح عملی زندگی اور تعلیمی و تدریسی عمل میں ان خصوصی افراد کا بہت زیادہ خیال رکھا ہے۔ نا صرف ان کی محرومیوں کے ازالہ کی حامی بھری بلکہ انہیں ان کی تعلیمی قابلیت کی بناء پر ایسے مناصب پر فائز کیا، جو عام اور اکابر صحابہ کے حصہ میں بھی نہ آئے۔ جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نابینا ہونے کے باوجود تعلیم و تربیت میں پیچھے نہ رکھا اور انہیں اپنی عدم موجودگی میں دس دفعہ مدینہ جیسی مقدس و مثالی ریاست کا سربراہ بھی مقرر فرمایا۔[20] اسی طرح نبی مکرم ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر میں اپنی عدم موجودگی میں نمازوں کی امامت کے لیے بھی اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔[21] معلوم ہوا کہ کسی بھی ریاست میں مؤثر نظام تعلیم کے لیے اس عمل میں خصوصی افراد کی شرکت ناگزیر ہے۔

ششم: غیر مسلموں کے لیے تعلیمی مواقع

کسی بھی ریاست میں صرف ایک ہی مذہب کے افراد نہیں بس رہے ہوتے بلکہ کثیر العقائد و مختلف المذاہب افراد کا مجموعہ ہر ریاست میں رہائش پذیر ہوتا ہے۔ ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے باشندوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے۔ اس ضمن میں یہ بات خصوصاً قابل اعتناء ہے کہ دیگر مذاہب کے لوگوں کو جبر واکراہ سے تبدیلی مذہب کروانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس ضمن میں فرمان الٰہی واضح ہے:

لا اکراہ فی الدین۔۔(الآیۃ)[22]

اسلام میں (دین کی تبدیلی کے لیے) مجبور کرنا جائز نہیں۔

لہٰذا کسی بھی صورت میں کسی بھی غیر مسلم کو زبردستی اسلام میں داخل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے برعکس نبی کریم ﷺ نے میثاق مدینہ کے ذریعہ یہودیوں کو مکمل مذہبی تعلیم کی آزادی دی کہ وہ اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار سکتے ہیں اور آپس میں ان تعلیمات کو جاری بھی رکھ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں خلفائے راشدین نے بھی غیر مسلموں کے لیے تعلیمی سہولیات مہیا کیں اور انہیں اپنی تعلیمات کے مطابق عمل کرنے کی بھی اجازت دی۔[23]

ہفتم: علوم وفنون میں تخصص کی ترویج

جدید دنیا میں علوم و فنون ترقی کی انسانی تاریخ کی معراج پر ہیں۔ علوم و فنون کی ترقی کا سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے، اسلام ان تمام دینی و دنیوی علوم کی تعلیم حاصل کرنے کی نا صرف اجازت دیتا ہے بلکہ اس کی باقاعدہ ترغیب دی گئی ہے۔ ریاست مدینہ میں مختلف علوم و فنون میں تخصص نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے جاری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خود حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو "اقرء لکتاب اللہ" قرار دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے فقہ و تاویل کی تعلیم کی دعاء فرمائی۔ اسی طرح مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مختلف میادین میں تخصص اور مہارت حاصل تھی، جس کی نبی کریم ﷺ نے حوصلہ افزائی بھی فرمائی اور مراتب و مہارات کے مطابق ان کی صلاحیتوں سے فائدہ بھی اٹھایا۔[24]

ہشتم: دینی وجدید دنیوی علوم کی تعلیم

اسلام میں دینی و دنیاوی دونوں طرح کے علوم وفنون کی تعلیم و تدریس کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسلام دین و دنیا کو الگ تھلگ رکھنے کا حامی نہیں ہے۔ دنیا و عقبیٰ دونوں کی تیاری اور کامیابی کے لیے عملی مساعی بروئے کار لانا اسلام کا مطمع نظر ہے۔ قرآن

کریم میں دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی طلب کرنا ایمان کی نشانی کے طور پر مذکور ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ میں مؤمنوں کی دعاء یوں مذکور ہے:

ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار[25]

اے ہمارے پروردگار ہمیں اس دنیا اور آخرت دونوں میں اچھائی عنایت فرما اور ہمیں آخرت کے عذاب سے بچائے رکھنا۔

سیرت طیبہ و مبارکہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے ایسے قیدی جن کے پاس آزادی کے لیے فدیہ کی رقم نہ تھی، انہیں مسلم بچوں کی تدریس کے بدلے آزاد کرنے کا معاہدہ کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

فجعل فداءهم أن يعلموا أولاد الأنصار الكتابة۔[26]

(غزوہ بدر کے دن کچھ قیدی ایسے تھے جن کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی) نبی کریم ﷺ نے ان کا فدیہ مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا قرار دیا۔

اب مشرکین مکہ مسلمانوں کے بچوں کو دنیوی علوم جب نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق سکھا رہے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ دنیوی علوم و فنون کا سیکھنا نا صرف جائز بلکہ ضروری ہے اور اس سلسلہ میں بلا تفریق فن و مذہب استفادہ درست ہے۔ لہٰذا ریاست مدینہ کے تعلیمی نظام سے استدلال ملتا ہے کہ ریاست کو بلا تفریق دنیوی و اخروی علوم و فنون کی ترویج کرنی چاہیے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر علوم دینیہ کا علم حاصل کرنا ضروری ہے، بالکل ایسے ہی سائنس، انجینئرنگ، کامرس اور دیگر تکنیکی علوم کا حصول نہ صرف جائز ہے بلکہ اکتساب معاش کی ضرورت ہونے کی وجہ سے ضروری ہے، جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سریانی زبان سیکھنے کا باقاعدہ حکم دیا تھا، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا میں یہود کی کتاب سے کچھ کلمات سیکھ لوں۔ نبی محترم ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کی کتاب کے معاملہ میں بخدا یہود پر یقین نہیں کرتا۔ ابھی نصف مہینہ ہی گزرا تھا کہ میں نے یہود کی زبان آپ ﷺ کی خاطر سیکھ لی۔ جب میں نے ان کی زبان سیکھ لی تو جب کبھی آپ ﷺ نے یہود کی طرف کوئی خط لکھنا ہوتا یا یہود آپ ﷺ کی کوئی مکتوب لکھتے تو میں آپ ﷺ کے کاتب اور پڑھنے والے کا کام کرتا۔[27]

اب یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ یہود کی زبان (سریانی) سیکھنا ایک ایسا عمل تھا جس کا دین کے ساتھ کوئی بلا واسطہ تعلیمی تعلق نہ تھا، بلکہ یہ ریاستی امور کی انجام دہی کے لیے ضروری تھا تو آپ ﷺ نے حضرت زید کو یہ زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ لہٰذا دیگر زبانوں اور علوم و فنون کی تعلیم میں کوئی حرج یا امر مانع نہیں ہے۔ سیرت طیبہ سے جدید علوم و فنون سیکھنے کی تشویق اور عملی امثلہ کے بے شمار دلائل موجود ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں تعلیمی نظام کے بنیادی عناصر

تعلیمی نظام سے مراد ایسا نسق اور انتظام ہے جس میں مختلف ضروری وسائل کو بروئے کار لا کر معلّم اور متعلم کو ایسا ماحول مہیا کیا جاتا ہے، جس میں عمل تدریس مؤثر انداز سے جاری ہوتا ہے۔ نتیجۃً عمل تدریس سے وابستہ متوقع نتائج کا حصول ممکن ہوتا ہے اور ایک ایسا معاشرہ یا ریاست تشکیل پاتی ہے جس میں حقوق و فرائض کا توازن اور بہتر انسانی رویے نشو و نما پاتے ہیں۔[28] گویا نظام تعلیم

انسانی رویوں کی بہتر تشکیل اور معاشرے کی بہتری کے لیے مختلف مہارتوں کے حامل افراد کی تیاری کے لیے انتہائی اہم اور اساسی حیثیت رکھتا ہے۔

ماہرین تعلیم عموماً کسی بھی کامیاب اور مثالی نظام تعلیم کے قیام کے لیے کچھ عناصر کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ یہ عناصر مختلف محققین کے نزدیک کمی و بیشی کے ساتھ تعداد میں مختلف ہیں۔ لیکن بعد از تامل ہم آسانی سے مشترک اوصاف اور اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ ایسے بنیادی عناصر کو زیر بحث لائیں گے جو بالاتفاق کسی بھی نظام تعلیم کی کامیابی کے لیے ناگزیر ہیں اور سیرت النبی ﷺ اور ریاست مدینہ کے نظام تعلیم میں بھی ہمیں یہ عناصر کار فرما نظر آتے ہیں۔ عموماً متعلّم، معلّم، تعلیمی ادارہ اور شعبہ تعلیم یا طرز تدریس کو بنیادی عناصر تعلیم قرار دیا جاتا ہے۔[29] لیکن ہم بالتفصیل ان تمام عوامل و عناصر کا جائزہ لیں گے جو کہ ایک بہترین ریاستی نظام تعلیم کے لیے اساسی حیثیت کے حامل ہیں۔ اگر ہم تعمق سے کام لیں تو درج ذیل مراحل سے گزر کر ایک مثالی نظام تعلیم تشکیل پاتا ہے:

- تعلیم کے فلسفہ کے بنیادی تصورات
- بنیادی مقاصد کا تعین
- تعلیم و تربیت
- نصاب سازی
- ادارہ / شعبہ تعلیم کا انتظام و انصرام
- معلّم، متعلّم اور تعلیم
- جائزہ اور مہارتوں کی جانچ

تعلیم کے فلسفہ کے بنیادی تصورات

کسی بھی نظام تعلیم میں تعلیم کے فلسفہ اور کار فرما فکر کا تعین انتہائی ضروری ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس میں نسل نو کی فکری تربیت کا آغاز کیا جاتا ہے اور یہی فکری تربیت اس نونہال کی ساری زندگی میں جزو لاینفک بن جاتی ہے اور اسی کی بناء پر حیات مستعار کا لائحہ عمل طے پاتا ہے کہ کس فلسفہ و فکر سے زندگی کے تمام میادین میں راہنمائی لے کر اپنے مسائل کا حل اور اطمینان قلب پاتا ہے۔
سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے ہمیں درج ذیل فکر و فلسفہ برائے تعلیم نمایاں طور پر ملتا ہے:

- تصور خالق
- تصور انسان
- علم کا تصور
- خیر و شر کا تصور
- کائنات کا تصور
- معاشرہ کا تصور

اوّل: تصورِ خالق

متعلّم کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز اپنے خالق کے تعارف سے ہونا ضروری ہے۔ بچہ جب باتیں کرنا شروع کرتا ہے تو کچھ عرصہ

بعد اس کی سمجھ اور تعقل کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی ارد گرد کی اشیاء کے بارے میں سوال کرنا اور جواب لینا شروع کر دیتا ہے۔ ایک عام چیز جو اس کے دماغ میں بار بار آتی ہے، وہ ملکیت کا سوال ہے۔ وہ چیزوں کے مالک کا پوچھنا شروع کرتا ہے کہ یہ چیز کس کی ہے؟ ہم جواباً اس چیز کے مالک کے بارے میں اسے بتاتے ہیں کہ یہ بیگ آپ کی بہن کا ہے۔ یہ قلم آپ کے بابا کا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ایک سوال پھر ان چیزوں کی ملکیت بارے میں بھی پیدا ہوتا ہے جن کے مالک انسان نہیں ہیں۔ مثلاً آسمان کس کا ہے؟ ستارے کس کے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ اس مرحلہ پر بہترین وقت ہے کہ بچوں کو ان کے خالق سے متعارف کروایا جائے کہ ہمارا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور بتایا جائے کہ:

الله خالق كل شيئ۔۔(الآية)[30]

اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا (اور مالک) ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے بھی اپنے چھوٹے بچے کو خالق کی پہچان کروا کر شرک سے اجتناب کی نصیحت کی تھی:

یا بنی لاتشرک بالله، ان الشرک لظلم عظیم[31]

اے میرے چھوٹے سے بیٹے شرک نہ کرنا، بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

نبی رحمت ﷺ بھی بچوں کی فکری تربیت کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن بچپن میں وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سواری پر تھے تو آپ ﷺ نے انہیں اللہ کے احکام کی پہچان اور حفاظت کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب بھی سوال کرو، صرف اللہ سے سوال کرنا۔[32] معلوم ہوا کہ بچوں کو چھوٹی عمر میں تصور خالق سے آشنا کروانا سنت و سیرت النبی ﷺ بھی ہے اور یہ مؤثر تعلیم کا بہترین آغاز بھی ہے۔

دوم: تصورِ انسان

اگر انسان کو اپنا اور باقی انسانوں کا مقام معلوم نہ ہو تو انسان اور جانور میں فرق نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صلاحیتوں اور خدو خال کے ساتھ پیدا کیا ہے[33] اور انسان کو فضل و کرم کا درجہ دیا ہے[34] لہٰذا باہم بہترین سلوک ضروری ہے۔ ایک انسان کی جان کی حفاظت پوری کائنات کا تحفظ اور ایک کا قتل پوری کائنات کا قتل قرار دیا گیا ہے[35] جبکہ نبی اکرم ﷺ نے بھی دوسرے انسانوں کی اعانت اور ان کے لیے سہولت پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی کی ہے کہ جو کسی مسلمان کی دنیوی تکالیف کا ازالہ کرے گا، قیامت کے روز اللہ اس کی تکالیف اور پریشانیوں کا ازالہ فرمائیں گے۔[36]

سوم: علم کا تصور

علم کے بغیر انسان ادھورا اور بے بس ہے۔ اسلام میں علم کی اہمیت اس قدر ہے کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد پہلا عمل تعلیم الاسماء کا تھا۔[37] اور نبی اکرم ﷺ پر پہلی وحی کا مضمون بھی علم و قراءت ہے۔[38] اسی طرح نبی کریم ﷺ نے علم کے راستہ کو جنت کا راستہ قرار دیا ہے۔[39] لہٰذا علوم و فنون کا تعلّم اور اس عمل سے جڑے رہنا نہایت ضروری ہے۔

چہارم: خیر و شر کا تصور

اسلامی تعلیمات میں خیر و شر کے تصور کو بہت مفصل بیان کیا گیا ہے۔ خیر و شر کی تفریق کے بغیر انسان جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی کے اول تا آخر سانس تمام کرنے اور باز رہنے کے اعمال سے متنبہ کر دیا ہے۔ اچھائی کے کام کرنے اور برائی سے رکنے کا حکم ہے اور ساتھ یہ بھی واضح کر دیا کہ جو ایک ذرہ برابر بھی خیر کا کام کرے گا، وہ اس کی جزاء پا لے گا

اور جو ایک ذرہ برابر بھی شر والا کام انجام دے گا، وہ اس کی سزا کا حق دار گا۔[40] لہٰذا متعلمین کو خیر و شر کے انجام سے آگاہ کرنا نہایت اہم ہے۔ ریاست مدینہ کے تعلیمی نظام میں اس پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ معاشرہ کرپشن، بد دیانتی اور طمع کے ناسور سے پاک تھا۔

پنجم: کائنات کا تصور

کائنات کا وجود فی نفسہٖ انسان کے لیے اشارہ ہے کہ کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو کہ اتنی بڑی کائنات کو چلا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زمین میں چل پھر کر غور و فکر اور عبرت حاصل کر کے اصلاح عقیدہ کا حکم دیا ہے۔[41] اسی طرح آسمان و زمین کا اتنا بڑا وجود اور غیر متزلزل نظام انسان کی فکر کو جلاء بخشتا اور مالک کی طرف رجوع کی دعوت دیتا نظر آتا ہے۔

ششم: معاشرہ کا تصور

معاشرہ میں افراد کا ایک بڑا گروہ جب مل کر رہتا اور تعامل کرتا ہے تو بہت سے اخلاقی ضوابط کی ضرورت پیش آتی ہے۔ قرآن کریم میں سورۃ النور میں بالخصوص اور باقی تمام سورتوں میں بلاواسطہ یا بالواسطہ انسانی معاشرے میں رہنے کے ضوابط اور اخلاقیات کی تفصیلی ہدایات موجود ہیں۔ "انما المومنون اخوۃ"[42] کے ضابطہ میں تمام افرادِ معاشرہ کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ جبکہ نبی مکرم ﷺ نے معاشرے میں خیر خواہی کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

> کوئی بھی اس وقت تک کامل الایمان نہیں ہو سکتا جب تک اپنی پسندیدہ چیز بعینہٖ دوسروں کے لئے پسند کرنا شروع نہ کر دے۔[43]

بنیادی مقاصد تعلیم کا تعین

کسی بھی نظام تعلیم کی کامیابی کے لیے اس نظام کے بنیادی مقاصد کا تعین ضروری ہے ورنہ سارا نظام عبث اور غیر مؤثر قرار پائے گا۔ جب تک مقاصد تعلیم متعین نہ ہوں گے، نتائج محض سراب اور ساری مساعی بے وقعت قرار پائیں گی۔ مقاصد تعلیم، نظام تعلیم کی سنجیدگی اور قلیل المدت و طویل المدت اہداف کے تعیّن میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے ہمیں درج ذیل بنیادی مقاصد تعلیم کی بابت راہنمائی ملتی ہے:

- خوف خدا
- اسلامی اقدار اور حقوق العباد
- خود شناسی اور تصور کائنات
- کردار سازی و تربیت
- معیار زندگی میں بہتری

مقصدِ اوّل: خوف خدا

تعلیم کا اولین مقصد انسان میں خالق کا خوف پیدا کرنا ہے۔ قرآن کریم میں علم کو خشیت الٰہی کی وجہ قرار دیا گیا ہے:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔۔(الآیۃ)[44]

اللہ تعالیٰ سے حقیقی معانی میں تو علم والے لوگ ہی ڈرتے ہیں۔

عہد حاضر میں موجود اہم ترین مسائل کرپشن، کام چوری، بد دیانتی اور دھوکہ دہی کا واحد مستقل حل خوف خدا ہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسی خوف خدا کے عملی مظہر کے طور پر کسی بھی بے بس کی بد دعاء سے بچنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔[45] لہٰذا خشیت خالق تعلیم کے اولین مقاصد میں سے ہے۔

مقصدِ دوم: اسلامی اقدار اور حقوق العباد

اسلامی نظام تعلیم میں سچ، امانت، خیر خواہی، درد دل، حسن معاشرت اور مثبت رویوں کی ترویج بنیادی مقاصد تعلیم میں شامل ہیں۔ جبکہ تمام منفی سرگرمیوں کی مذمت کی گئی ہے۔ حقوق العباد کا لحاظ پیدا کرنا اور اس کے ذریعے مثالی معاشرہ کا قیام، بنیادی مقاصد تعلیم میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ دوسروں کو تکلیف پہنچانے کو نبی کریم ﷺ نے جنت سے محرومی کی وجہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لا يدخل الجنة من لا يامن جاره بوائقه۔[46]

جس کے ہمسائے اس کی تکالیف سے محفوظ نہ ہوں، وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

وطن عزیز کے افسران شاہی اور ارباب اختیار اور عامۃ الناس کی تربیت بھی اسی منہج پر کرنا ضروری ہے تاکہ ایک مثالی ریاست کی عملی تصویر پیش کی جاسکے۔

مقصدِ سوم: خودشناسی اور تصور کائنات

تعلیم کا ایک مقصد انسان کو اس کی حقیقت سے روشناس کروانا اور اس کی حدود کا تعین ہے۔ انسان اور کائنات آپس میں ایک مربوط سلسلہ سے جڑے ہوئے ہیں۔ انسان کو قرآن کریم میں بار بار خود پر غور کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کا مقصد اسے اس کی حقیقت اور اللہ کے سامنے بے بسی سے کے تصور سے آشنا کروانا ہے۔ "كل نفس ذائقة الموت"[47] کا فرمان اور کائنات کے اعدام کا تذکرہ[48] درحقیقت انسان کی تربیت کے لیے ہے تاکہ وہ خیر کے راستہ پر گامزن ہو سکے۔

مقصدِ چہارم: کردار سازی و تربیت

تعلیم کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد افراد کی کردار سازی ہے۔ انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد ہی کردار سازی تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بنیادی مقاصد اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ وہ رسول تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے۔[49] نبی مکرم ﷺ نے صبر، حلم، عفو و درگزر، نرمی اور تمام مکارم اخلاق کی عملی تصویر پیش فرمائی اور آپ ﷺ کا فرمان ہے:

انما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق۔[50]

مجھے محض اچھے اخلاق کی تکمیل کی غرض سے بھیجا گیا ہے۔

مقصدِ پنجم: معیار زندگی میں بہتری

تعلیم کے ذریعے دنیوی و اخروی بہتری اور نظام حیات کے معیار میں بلندی بھی مقصود ہوتی ہے۔ علم اور عمل کا مرکب انسانی زندگی کو قابل رشک درجہ تک لے جاتا ہے۔ حسنة في الدنيا وحسنة في الآخرة کا طالب کبھی بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتا، بلکہ مبادرۃ بالعمل کے جذبہ سے سرشاری اسے دنیا و عقبیٰ کا کامیاب انسان بنا دیتی ہے۔ آخرت کی تیاری اور خوف خدا سے سرشاری کے بعد اہل ایمان بے حد و حساب اجر کے مستحق ٹھہرتے ہیں جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔[51]

بے شک مؤمنین اور صالحین کی مہمان نوازی کے لیے جنت الفردوس ہے۔

تعلیم وتربیت کا لزوم

نظام تعلیم میں تعلیم وتربیت کا مرحلہ نہایت اہم اور حساس نوعیت کا حامل ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں دیکھیں تو تعلیم وتربیت کا عمل بچے کی اس دنیا میں آمد کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور اس دنیا سے رخصتی تک لمحہ بہ لمحہ شریعت مطہرہ کی تربیت انسان کو ہر مرحلہ پر میسر ہے۔ بچے کے کان میں اذان سے شروع ہونے والا یہ تربیتی سلسلہ اس کی اخلاقی، نفسیاتی، معاشرتی، معاشی ، جسمانی اور ہمہ قسم کی تربیت وریاضت کو شامل ہوتا ہے۔ اسلامی نظام تعلیم میں بچپن سے ارتحال تک زندگی کے کسی ایک پہلو کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا جاتا اور سیرت النبی ﷺ سے ہمیں مکمل راہنمائی ملتی ہے۔ درج ذیل سطور میں ہم بالاختصار اسوہ حسنہ کی روشنی میں اسلامی نظام برائے تعلیم وتربیت کے چیدہ چیدہ نکات کا جائزہ لیتے ہیں:

- بچپن میں خالق سے آشنائی
- مکارم اخلاق
- عزت نفس کا درس
- نفسیاتی وروحانی تربیت
- مثالی شخصیت سازی
- معاشرتی شعور

اوّل: بچپن میں خالق سے آشنائی

نبی اکرم ﷺ بچوں کو بنیادی عقائد اور تعلیمات سکھانے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ قرآن کریم میں لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصائح [52]، ابراہیم علیہ السلام کا اسماعیل علیہ السلام کی تربیت کا اہتمام [53]، یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹوں کو سمجھانا [54] اور نوح علیہ السلام کا بیٹے کی فکر میں التجا کا عمل [55] واضح طور پر بچوں کی اعتقادی تربیت کی اہمیت اور امر رب ہونے پر دال ہے۔ نبی کریم ﷺ بچوں کی اعتقادی و عملی تربیت پر بہت زیادہ توجہ دیتے تھے۔ عبادلہ اربعہ کی احادیث اور نبی کریم ﷺ کی نونہالان کے ساتھ علمی مجالس اس کا بیّن ثبوت ہیں۔ ایک ایسی ہی تربیتی نصائح پر مشتمل حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ انہیں نبی مکرم ﷺ نے یوں کچھ نصائح فرمائیں:

اے لڑکے! جب بھی مانگنا ہو، ہمیشہ اللہ سے مانگو اور جب بھی مدد کی ضرورت ہو، ہمیشہ اللہ سے مدد چاہنا۔[56]

اس حدیث سے بچوں کی تربیت اور خالق سے آشنائی کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

دوم: مکارم اخلاق

اسلامی نظام تعلیم وتربیت میں حسن خلق، عفوودرگزر، انکساری، اخلاص، سچ، ایفاء عہد سمیت اچھی عادات کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ بلکہ نبی اکرم ﷺ نے مکارم اخلاق کی تکمیل کو اپنی بعثت کا مقصد قرار دیا ہے۔[57] جبکہ بری عادات اور سیئ الخلق جیسے جھوٹ، دھوکہ، بدزبانی، سب وشتم، چغل خوری وغیرہ کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ نبی مکرم ﷺ کا فرمان عالی ہے:

قیامت کے روز مؤمن کے میزان میں اچھے اخلاق وعادات سے بڑھ کر وزنی چیز نہیں ہوگی اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ

بے حیاء اور بدزبان انسان کو ناپسند کرتا ہے۔[58]

سوم: عزت نفس کا درس

عزت نفس، تکریم انسانیت کے اولین تقاضوں میں سے ہے۔ انسان فطری طور پر عزت نفس پر سمجھوتہ کے لیے کبھی بھی تیار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کو جہاں تکریم دی ہے، وہیں کسی کی بھی عزت نفس کو مجروح کرنے سے روکا ہے۔ جیسا کہ سورہ حجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔[59]

اے ایمان والو! کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے، امکان ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ نہ ایک دوسرے کو عیب لگاؤ اور نہ ہی برے القاب سے پکارو۔ ایمان کے بعد نافرمانی ایک برا نام ہے اور جس نے توبہ نہ کی، یہی لوگ ظالم ہیں۔

چہارم: نفسیاتی و روحانی تربیت

نبی اکرم ﷺ نے بطور بہترین معلّم اپنے صحابہ کی تربیت فرمائی کہ اللہ مسبب الاسباب ہے۔ کسی بھی صورت میں مایوسی کا شکار نہیں ہونا۔ نسل نو ہمیں آج کل پریشانی، بے قراری، مایوسی، عدم تحفظ اور غیر یقینی جیسے نفسیاتی مسائل کا شکار نظر آتی ہے۔ ایسی صورت میں انہیں ان مسائل سے چھٹکارا پانے کے عملی درس کی ضرورت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی اپنے صحابہ کی نفسیاتی و روحانی تربیت کی ایک مثال ہم ملاحظہ کرتے ہیں، جس سے ہمیں صحابہ کے غیر متزلزل یقین اور نفسیاتی پریشانیوں سے محفوظ رہنے کی وجہ بآسانی سمجھ آسکتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر ساری کائنات کے لوگ بھی مل کر آپ کو فائدہ پہنچانا چاہیں تو وہ اللہ کی تقدیر سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر سب مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو اللہ کی تقدیر سے بڑھ کر کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔[60]

پنجم: مثالی شخصیت سازی

کسی بھی نظام تعلیم میں شخصیت اور کردار سازی تربیت کا اہم جزو شمار کی جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی مثالی شخصیت کی گواہی تو خود مخالفین بھی دیتے تھے۔ جیسا کہ کوہ صفا کے واقعہ میں انہیں برملا آپ ﷺ کی ناقابل تردید شخصیت کا اعتراف کرنا پڑا۔[61] اسی طرح مثالی کردار کی تعمیر کے لیے سورۃ المومنون کی پہلی دس آیات میں بہترین صفات بیان کی گئی ہیں اور ان اوصاف کو اپنانے والے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔[62] سلسلہ تعلیم سے جڑنے والے ہر فرد کی مثالی شخصیت ہی مؤثر نظام تعلیم پر دال ہو گی، ورنہ بغیر عمل کے علم کو قرآن کریم میں گدھے پر کتابیں لادنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔[63]

ششم: معاشرتی شعور

تعلیم و تربیت کا ایک لازمی نتیجہ معاشرتی شعور اور بہترین رویوں کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اپنے کام خود کرنے کا اسوہ،[64] راستے سے تکلیف دہ مواد ہٹانے کو صدقہ کی حیثیت دینا،[65] ہمسایوں اور اقرباء سے حسن سلوک کا حکم[66] سیرت النبی ﷺ کے وہ پہلو ہیں جو بہترین معاشرتی شعور کے عکاس ہیں بلکہ آپ ﷺ نے بہترین معاشرتی طرز عمل یوں بیان فرمایا:

خیر الناس من انفعهم للناس۔[67]

بہتر لوگ وہ ہیں جو دوسرے لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔

نصاب سازی

کسی بھی ریاست کے نظام تعلیم میں نصاب تعلیم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ نصاب تعلیم کسی بھی قوم کے نونہالان کے مستقبل کا تعین کرتا ہے کہ کس طرح اپنے نظریات، تہذیب و تمدن اور سابقہ مہارتوں میں بہتری پیدا کرنی ہے۔ بنیادی طور پر نصاب سازی کرتے ہوئے قوم کی مادی و روحانی ضروریات، موجودہ و آمدہ مسائل کا ممکنہ حل، مزید مہارتوں اور تخصصات کی منصوبہ بندی اور طلبہ وطالبات کی درجاتی صلاحیتوں کے مطابق اہداف و مقاصد کا تعین مد نظر رکھا جاتا ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں اگر دیکھیں تو نصاب سازی کرتے ہوئے درج ذیل امور کو مد نظر رکھا جانا چاہیے:

- قرآن و سنت سے راہنمائی اور عملی زندگی کی تیاری
- متعلمین کی قابلیت و درجہ کے مطابق اہداف
- ملکی معاشی و معاشرتی ضرورتوں کا لحاظ
- جدید علوم اور تخصصات کا رجحان
- ماہرین کی تیاری
- نظریہ و عمل میں مطابقت

اوّل: قرآن و سنت سے راہنمائی اور عملی زندگی کی تیاری

ریاستی نصاب تعلیم کی تیاری کے وقت سب سے بنیادی طور پر ملحوظ امر طلبہ وطالبات کو تمام امور دنیا و عقبیٰ میں قرآن و سنت سے راہنمائی کی تربیت فراہم کرنا ہونا چاہیے، کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما،کتاب اللہ و سنة نبیه۔[68]

میں تمہارے درمیان کتاب اللہ اور اپنی سنت ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جن کے متبعین کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔

معلوم ہوا کہ نصاب سازی کرتے وقت کتاب و سنت سے مراجعت و ملاحظہ، دنیا و عقبیٰ کی فلاح کا باعث ہوگا۔

دوم: متعلمین کی قابلیت و درجہ کے مطابق اہداف

نصاب سازی کرتے وقت متعلمین کی عمر، قابلیت اور درجہ کا لحاظ ضروری ہے۔ شریعت کا احکام مکلفہ میں عمر اور تدریج کا لحاظ کرنا اس کی واضح دلیل ہے۔ اس بابت فرمان باری تعالیٰ بھی بالکل واضح ہے:

لا یکلف اللہ نفسھا الا وسعھا۔[69]

اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

لہٰذا ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ درجات تعلیم کے نصاب میں تدریج، سہولت اور متعلمین کی اوسط قابلیت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

سوم: ملکی معاشی و معاشرتی ضرورتوں کا لحاظ

ریاست کے استحکام اور کامیابی کا بالواسطہ اور کبھی بلاواسطہ تعلق اس کے معاش سے جڑا ہوا ہے۔ اس وقت دنیا ایک بڑے

معاشی بحران سے گزر رہی ہے۔ اسی کے نتیجہ میں ساری دنیا مختلف مسائل کا شکار ہے۔ لہٰذا نصاب سازی کرتے وقت ریاست کی معاشی و معاشرتی ضرورتوں کے حوالہ سے متعلمین میں احساس پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ اسراف و تبذیر کی ممانعت، قناعت کا درس، احتکار کی ممانعت، صدقہ اور بھرپور محنت کا اسوہ نبویہ ﷺ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔[70]

چہارم: جدید علوم اور تخصصات کا رجحان

نصاب تعلیم میں جدید اور متنوع مضامین کی شمولیت نہایت ضروری ہے۔ سائنس، انجینئرنگ، کمپیوٹر اور دیگر مضامین تخصص وقت کی ضرورت ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا دینی علوم کے علاوہ صحابہ کرام کو مختلف زبانیں، مہارتیں اور سفارت کاری کے آداب سکھانا اور اس کی تلقین کرنا اس طرف واضح دلالت کرتے ہیں کہ قومی ضرورت کے مطابق جدید علوم کا سیکھنا اور نصاب تعلیم کا حصہ بنانا سیرت النبی ﷺ سے بھی ثابت ہے۔[71]

پنجم: ماہرین کی تیاری

نصاب تعلیم کا ایک بنیادی مطمع نظر ماہرین کی تیاری اور ان سے ریاستی مسائل کا حل کروانا اور متعلقہ میادین میں انکشافات واختراعات کا ایک نیا سلسلہ شروع کرنا بھی ہے۔ ابی بن کعب، علی بن ابی طالب، ابن عباس، سعد بن ابی وقاص، زید بن ثابت، خالد بن ولید اور دیگر متخصصین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نبی اکرم ﷺ کے زیر تربیت تخصص کی عملی مساعی،[72] اس بابت ہمارے پاس ادلہ بینہ ہیں۔

ششم: نظریہ و عمل میں مطابقت

نصاب سازی کرتے وقت یہ بات مد نظر رہنی چاہیے کہ نظام تعلیم کا مقصد محض نظریاتی مباحث کو ازبر کروانا نہیں، بلکہ علم کے ساتھ عملیت پیدا کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ واضح ہے:

> یاایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون، کبر مقتا عنداللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔[73]
>
> اے ایمان والو! تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو جن پر تم خود عامل نہیں، کہی ہوئی بات کو عملی جامہ نہ پہنانا اللہ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔

معلوم ہوا کہ نصاب تعلیم کا مقصد باعمل افراد کی افزائش ہے جو کہ عملی طور پر ملک وملت کو اوج کمال تک پہنچائیں۔

تعلیمی ادارہ کا انتظام و انصرام

ریاست کے تعلیمی نظام میں محکمہ تعلیم کے سربراہ اور ذیلی اداروں مدارس، کلیات و جامعات کے تمام انتظامی ذمہ داران کی کارکردگی تعلیمی عمل پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ کسی بھی محکمہ یا ادارہ کی بقاء، ترقی اور تسلسل، اس ادارے کے ذمہ داران کے رویہ، کارکردگی، اخلاص اور نیک عزائم سے مشروط ہوتی ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے ہمیں اس بابت تفصیلی راہنمائی ملتی ہے کہ منتظمین کو کسی بھی ادارہ کی کامیابی کے لیے کن عوامل کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ ان میں سے اہم ترین نکات درج ذیل ہیں:

- فرائض کی ادائیگی اور جواب دہی
- مشاورت اور تیسیر
- معاملہ فہمی اور حوصلہ افزائی
- مسائل کا فوری حل اور نظم ونسق

اوّل: فرائض کی ادائیگی اور جواب دہی

سیرت طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی عہدہ پر تعیناتی ایک حساس معاملہ ہے۔ آخرت میں اس کی سخت جواب دہی ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی وجہ سے ابو ذر رضی اللہ عنہ کو ایسے عہدے کی قبولیت سے روکا تھا جس کا حق نہ ادا ہو سکے۔[74] لہٰذا منتظم ادارہ کو متعلمین، معلمین اور تمام ادراہ جاتی افراد و اثاثہ جات کی بابت نہایت ایمان دارانہ رویہ اختیار کرنا ہوگا اور تمام امور کی سرانجام دہی میں کمال مہارت، کفایت شعاری اور دیانتداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ معلمین، متعلمین، ملازمین اور ادارہ سے متعلقہ فرائض کی انجام دہی کے بغیر نجات ممکن نہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔[75]

بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں امانات کو ان کے اہل کو سونپنے کا حکم دیتا ہے۔

دوم: مشاورت وتیسیر کا اصول

محکمہ یا ادارہ تعلیم کے انتظام و انصرام میں نئے پیش آمدہ مسائل کا حل فرد واحد کے بس کی بات نہیں بلکہ اس بابت اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ دیگر ماہرین اور احباب سے مشورہ کرنا چاہیے۔[76] نبی ﷺ بھی امور سلطنت اور دیگر معاملات میں صحابہ سے مشاورت کیا کرتے تھے جیسا کہ بدر و اُحد، خندق کی جنگوں اور دیگر معاملات میں مشاورت اس کا واضح ثبوت ہیں۔[77] اسی طرح ملازمین، معلمین و متعلمین کے لیے تمام امور میں نرمی اور آسانی کا اصول اختیار کرنا بھی ضروری ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان واضح ہے:

یسروا ولا تعسروا، وسکنوا ولا تنفروا۔[78]

آسانیاں پیدا کرو، تنگی نہ پیدا کرو اور لوگوں کو تسلی دو، نفرت نہ پھیلاؤ۔

سوم: معاملہ فہمی اور حوصلہ افزائی

ایک مثالی منتظم ادارہ کے لیے معاملہ فہمی، تدبر، مشاورت، ٹھہراؤ اور مثبت سوچ جیسی صفات سے اتصاف لازمی ہے۔ بہتر کارکردگی پر انعام اور عنایت بھی ضروری ہے، جیسا کہ نیک اعمال پر قرآن کریم میں اللہ کا بار بار جنت کا وعدہ اس کی بیّن دلیل ہے۔ کسی بھی معاملہ یا پیش آمدہ مسئلہ کی صورت میں حقیقت پسند رویہ رکھنا اور تمام پہلوؤں پر غور کے بعد فیصلہ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ کسی بھی معاملہ میں جلد بازی کی بابت بعد میں ندامت کے اندیشے کے مدنظر سورہ الحجرات میں خبر کی تحقیق کا حکم دیا گیا ہے تاکہ بصورت دیگر بعد میں پشیمانی نہ ہو۔[79]

چہارم: مسائل کا فوری حل اور نظم و نسق

منتظم ادارہ کے لیے ایک بڑا چیلنج مسائل کا ادراک اور جلد از جلد ان کا حل مہیا کرنا ہوتا ہے۔ بلا وجہ تاخیر سے معاملات پیچیدگی اور بدتر صورت حال کی طرف چلے جاتے ہیں۔ سائلین کے سوالوں کا فوری جواب اور مسائل کا بلا تاخیر حل نبی کریم ﷺ کا اسوہ مبارکہ ہے۔[80] اسی طرح ادارہ کا نظم و نسق قائم کرنا اور برقرار رکھنا بھی سربراہ کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ اپنے فرائض کی ادائیگی میں سستی مقبول نہیں ہے۔ بلکہ نبی کریم ﷺ نے ہر مسئول کو اپنے ماتحت لوگوں کی بابت اللہ کے سامنے جواب دہ قرار دیا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔[81]

تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور ہر کسی سے اس کے زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ منتظم ادارہ کو خوف خدا کو مد نظر رکھ کر اپنے ماتحت عملہ سے مثالی برتاؤ کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں نظم و نسق، کارکردگی، جائزہ اور امور تدریس کی سرانجام دہی بروقت کروانا بھی منتظم کے فرائض میں شامل ہے۔ وہ اپنے فرائض کے لیے ریاست کے علاوہ اللہ تعالیٰ کو بھی جواب دہ ہے۔

معلّم، متعلم اور تعلیمی عمل

نظام تعلیم میں تعلیمی عمل کا تسلسل اور اس عمل کا مؤثر رہنا انتہائی ضروری ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے علم کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ علم میں اضافہ کی کوشش اور دعاء کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وقل رب زدني علما۔[82]

اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما۔

نبی کریم ﷺ تعلیم کے جاری رہنے اور علم میں اضافہ کی دعاء فرمایا کرتے تھے۔[83] لہٰذا علمی سلسلہ سے جڑے رہنا نہایت ضروری ہے۔ تعلیمی عمل میں معلّم اور متعلم دونوں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں کا علمی جستجو، پاکبازی، محنت، اخلاص، للّٰہیت اور تمام اوصاف حمیدہ سے اتصاف نہایت ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق معلم کو عابد پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جو فضیلت چاند کو ستاروں پر حاصل ہے۔[84] جبکہ طالب علم کے لیے کائنات کی ہر چیز کے دعاگو رہنے کی بشارت بھی نبی رحمت ﷺ نے اپنی زبان سے دی ہے۔[85] لہٰذا نظام تعلیم میں معلم اور متعلم کو تمام تعلیمی سہولیات دستیاب ہونی چاہئیں اور انہیں بہترین عمل سے ملک و قوم کی خدمت کی مساعی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھنی چاہیے۔

جائزہ اور مہارتوں کی جانچ

تعلیمی عمل کے دوران اور اگلے درجات میں ترقی کے لیے، سہ ماہی، شش ماہی اور سالانہ تقریری و تحریری امتحانات نظام تعلیم میں ایک عرصہ سے جاری ہیں۔ جائزہ اور جانچ کا کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ سے کئی چیزوں کی بابت زبانی سوالات مختلف مواقع پر کرتے رہتے تھے۔ جیسا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث "یامعاذاتدری ماحق اللہ علی العباد[86] اور صحابہ سے شجرہ طیبہ کی بابت سوال کرنا،[87] اس کی واضح دلیل ہے۔ جبکہ محدثین کا صحائف کی تحاریر کا امتحان لینا، تحریری جائزہ کی بیّن دلیل ہے۔[88] لیکن امتحان اور جائزہ کا جو بھی طریق اختیار کیا جائے، اس میں متعلمین کے ساتھ نہ تو زیادتی اور نہ حد سے زیادہ نرمی کا برتاؤ روا رکھنا چاہیے۔ ادارہ اور ممتحن کو رازداری، دیانت، جائز سہولت اور عند اللہ جواب دہی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔

حاصل بحث

کسی بھی ریاست کے تمام ادارے مؤثر نظام تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کرسکتے۔ جتنا مؤثر نظام تعلیم ہوگا، اسی رفتار سے ریاست کے تمام ادارے آگے بڑھتے ہیں۔ اداروں میں فرائض سرانجام دینے والے ملازمین و حکام کی تعلیمی قابلیت، مہارات اور تعلیمی عمل سے ہونے والی تربیت ان اداروں کو مثالی درجہ پر فائز کرتی ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیمی عمل سے انسلاک اور تربیتی مرحلہ سے گزرنا ہر مرد و زن کے لیے فرض اور وظیفہ اولیٰ کی حیثیت کا حامل ہے۔ تمام افراد کے لیے لازمی اور مفت تعلیم کا انتظام کرنا ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ مرد و خواتین، اصاغر و اکابر، خنثیٰ، معذور، غرضیکہ تمام افراد بلا امتیاز رنگ، نسل اور مذہب تعلیم و تربیت کا مساوی حق رکھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں صحابہ کرام کو مختلف زبانیں

سیکھنے اور آداب سفارتکاری سمیت دیگر جدید مہارات حاصل کرنے کا حکم دے کر ہماری راہنمائی کر دی ہے کہ وقت کی ضرورت کے مطابق تمام سائنسی، تکنیکی اور جدید ترین علوم حاصل کرنا نہایت ضروری ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ و ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاستی نظام تعلیم کے بنیادی مقاصد میں خالق کائنات سے آشنائی اور افراد کی عملی تربیت کرنا کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ معلم، متعلم اور نصاب تعلیم، تعلیم عملی کے بنیادی عناصر ہیں۔ نظام تعلیم ایسا مثالی ہونا چاہیے کہ تعلیم کے بعد افسران، ملازمین اور منتظمین اپنے فرائض تندہی سے سرانجام دیں۔ ایمان داری، اخلاص، حد درجہ محنت اور اللہ کے حضور جواب دہی کا تصور متعلمین کو تمام درجات تعلیم میں مکرر اور عملی طور پر ازبر کرواکر مثالی انسان اور موظف بنا سکتا ہے۔ جدید مہارات کے ساتھ ساتھ فرض شناسی کا عنصر متعلمین کی عادت ثانیہ بنادینا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں جائزہ اور جانچ کا عمل اختیار کرنا سیرت طیبہ سے ثابت ہے۔

تجاویز وسفارشات

- ریاست میں مفت اور لازمی تعلیم کا قانون مؤثر انداز میں لاگو ہونا چاہیے۔ آئین پاکستان کی شق A-25 بھی اسی کی متقاضی ہے۔
- ریاست مدینہ کی طرح اسلامی نظریہ پر قائم ہونے والے اس ملک میں سیرت طیبہ کی تدریس مزید تفصیل سے شامل نصاب ہونی چاہیے اور تمام درجات تعلیم میں اس کا نفاذ از حد ضروری ہے۔
- خواتین، خنثیٰ، معذور، غیر مسلم اور محروم طبقات کو تعلیمی مواقع کے ساتھ خصوصی وظائف سے حوصلہ افزائی کرنے کی شدید ضرورت ہے۔
- ابتدائی درجات میں مفت تعلیم کی فراہمی اور اعلیٰ درجات میں بھی مفت یا سستی ترین تعلیم کا اہتمام کرنا ریاست کی اوّلین ترجیح میں شامل ہونا چاہیے۔
- تعلیمی عمل سے وابستہ تمام افراد (معلمین، متعلمین اور سہولت کاروں) کو تمام ضروری وسائل کی فراہمی اور تعلیم دوست فضا مہیا کرنا ریاست کی نمایاں ترجیحات میں شامل ہونا چاہیے۔
- جدید علوم وفنون اور تخصصات کی ترویج، مؤثر نصاب سازی اور ان امور میں عالمی سطح کے ماہرین کی خدمات حاصل کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس معاملہ میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔
- تعلیمی عمل کے دوران تربیت پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، تاکہ بعد از فراغت یہ لوگ مؤثر شہری اور ملک وملت کے لیے دن رات ایک کر کے اپنی ریاست کو اوج کمال تک پہنچا سکیں۔
- ریاست مدینہ کی طرز پر یکساں نصاب تعلیم عملی طور پر لاگو ہونا چاہیے تاکہ عوام میں احساس کمتری و محرومی کا قلع قمع ممکن ہو سکے اور طبقاتی کشمکش کا خاتمہ ہو۔
- تعلیم و تعلم کے سلسلہ سے جڑے افراد کو ریاست میں اعلیٰ مقام حاصل ہونا چاہیے جیسا کہ جدید ترقی یافتہ ممالک میں یہ عمل لاگو ہے۔ اس طرح عزت ووقار سے یہ لوگ مزید لگن سے اپنا کام جاری رکھ سکیں گے۔
- تعلیمی بجٹ میں اضافہ اور جدید ٹیکنالوجی کا استعمال ناگزیر ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے تمام مہیا وسائل تعلیمی عمل کے لیے زیر استعمال لانے اور جدید مہارات کے حصول کی ترغیب بھی فرمائی۔

حوالہ جات و حواشی

1 سورۃ البقرہ 2:130۔

2 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (بیروت: دار ابن کثیر، 1993ء)، کتاب بدء الوحی، باب 1، رقم الحدیث: 03۔

3 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، **جامع الترمذی**، (ریاض: بیت الافکار الدولیہ، 2015ء)، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ ، باب 66، رقم الحدیث: 3319۔

4 ابن ماجہ، محمد ابن یزید، **السنن**، (ریاض: بیت الافکار الدولیۃ، 2015ء)، کتاب العلم، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، رقم الحدیث: 224۔

5 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الحج، باب الخطبة ایام المنی، رقم الحدیث: 1739۔

6 ایضاً، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم الحدیث: 3461۔

7 سورۃ الحدید 57:27۔

8 سورۃ النحل 16:36۔

9 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، **السنن**، (ریاض: بیت الافکار الدولیۃ، 2015ء)، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، رقم الحدیث: 3641۔

10 حمید اللہ، ڈاکٹر، **اسلامی ریاست**، (لاہور: الفیصل ناشران، 2005ء)، ص 13۔

11 سورۃ البقرہ 2:150۔

12 ابن ماجہ، **السنن**، کتاب العلم، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، رقم الحدیث: 224۔

13 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الحج، باب الخطبة ایام المنی، رقم الحدیث: 1739۔

14 شبلی نعمانی، **الفاروق**، (ملتان: مکتبہ صدیقیہ، 1952ء)، 2/376۔

15 ابن قتیبہ، عبد اللہ بن مسلم، **عیون الاخبار**، (بیروت: المکتب الاسلامی، 2008ء)، 2/125۔

16 مسلم، ابو الحسین بن حجاج، **صحیح مسلم**، (ریاض: بیت الافکار الدولیۃ، 1998ء)، کتاب القدر، باب کل مولود یولد علی الفطرة، رقم الحدیث: 6755۔

17 ندوی، سید ریاست علی، **اسلامی نظام تعلیم**، (اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، 2011ء)، ص 87۔

18 عبد المعبود، مولانا، **عہد نبوی ﷺ میں نظام تعلیم**، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2001ء)، ص 47۔

19 شبلی نعمانی، **الفاروق**، 2/396؛ محمد سلیم، سید، **اسلام کا نظام تعلیم**، (لاہور: ادارہ تعلیم و تحقیق، 1993ء)، ص 90۔

20 ابن سعد، محمد بن سعد البغدادی، **الطبقات الکبریٰ**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1999ء)، 2/102۔

21 ایضاً 2/8۔

22 سورۃ البقرہ 2:256۔

23 حمید اللہ، ڈاکٹر، **الوثائق السیاسیہ**، (بیروت: دار النفائس، 1985ء)، ص 59۔

24 رب نواز، **آنحضور ﷺ کی تعلیمی جدوجہد**، (لاہور: ادارہ تعلیم و تحقیق، 2011ء)، ص 76۔

25 سورۃ البقرہ 2:201۔

26 احمد بن حنبل، الامام، **مسند احمد**، (بیروت: موسسۃ الرسالہ، 1985ء)، رقم الحدیث: 2216۔

27 الترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب الاستئذان والآداب عن رسول اللہ ﷺ، باب 22، رقم الحدیث: 2715۔

28 عمران یوسف، محمد، **اسلامی نظام تعلیم کا فلسفہ**، (لاہور: الفیصل ناشران، 2007ء)، ص 11۔

29 محمد اجمل، چوہدری، **تعلیمی نفسیات**، (لاہور: ادارہ تحقیق جدید، 2017ء)، ص 37۔

30 سورۃ الزمر 39:62۔

31 سورۃ لقمان 31:13۔

32 الترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب صفة القيامة والرقائق، باب 59، رقم الحدیث: 2516۔

33 سورۃ التین 95:4۔

34 سورۃ الاسراء 17:70۔

35 سورۃ المائدہ 5:32۔

36 الترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب الحدود عن رسول اللهﷺ، باب 3، رقم الحدیث 1426۔

37 سورۃ البقرہ 2:31۔

38 سورۃ العلق 96:1۔

39 ابوداؤد، **السنن**، کتاب العلم، باب 01، رقم الحدیث 3643۔

40 سورۃ الزلزال 99:7۔

41 سورۃ الانعام 6:11۔

42 سورۃ الحجرات 49:10۔

43 البخاری، **الصحیح البخاری**، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه، رقم الحدیث: 13۔

44 سورۃ الفاطر 35:28۔

45 البخاری، **الصحیح البخاری**، کتاب المظالم، باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم، رقم الحدیث: 2448۔

46 مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب الایمان، باب بیان تحریم ایذاء الجار، رقم الحدیث: 172۔

47 سورۃ آل عمران 3:185۔

48 سورۃ الاعراف 7:29۔

49 سورۃ البقرہ 2:151۔

50 البیہقی، احمد بن حسین، ابو بکر، **السنن الکبریٰ**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1988ء)، 10/192۔

51 سورۃ الکہف 18:107۔

52 سورۃ لقمان 31:13۔

53 سورۃ البقرہ 2:127۔

54 ایضاً 133۔

55 سورہ ہود 11:45۔

56 الترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب صفة القيامة والرقائق، باب 59، رقم الحدیث: 2516۔

57 البیہقی، **السنن الکبریٰ**، 10/192۔

58 الترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب البر والصلة عن رسول الله ﷺ، باب 62، رقم الحدیث: 2002۔

59 سورۃ الحجرات 49:11۔

60 الترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب صفة القيامة والرقائق، باب 59، رقم الحدیث: 2516۔

61 مسلم، **صحیح مسلم** ،کتاب الایمان، قوله وانذر عشیرتک الاقربین، رقم الحدیث:509۔

62 الترمذی، **جامع الترمذی** ،کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المومنین، رقم الحدیث:3184۔

63 سورۃ الجمعہ 62:5۔

64 مبارکپوری، صفی الرحمن، **الرحیق المختوم**، (لاہور: المکتبۃ السلفیہ، 2000ء)، ص127۔

65 ابوداؤد، **السنن**، کتاب الطہارۃ، باب فی اماطۃ الاذی عن الطریق، رقم الحدیث:5243۔

66 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق لصلۃ الرحم، رقم الحدیث:5985۔

67 احمد بن حنبل، **مسند احمد**، رقم الحدیث:4273۔

68 محمد بن مالک، الامام، **المؤطا**، (لاہور: پروگریسو بکس، 2001ء)، رقم الحدیث:119۔

69 سورۃ البقرہ 2:286۔

70 خان، غلام عابد، **عہد نبوی ﷺ کا نظام تعلیم**، (لاہور: عوامی کتب خانہ، 1978ء)، ص67۔

71 عمران یوسف، محمد، **اسلامی نظام تعلیم کا فلسفہ**، ص48۔

72 رب نواز، **آنحضور ﷺ کی تعلیمی جدوجہد**، ص78۔

73 سورۃ الصف 61:2۔

74 مسلم، **صحیح مسلم** ،کتاب الامارۃ، باب 03، رقم الحدیث:1725۔

75 سورۃ النساء 4:58۔

76 سورۃ آل عمران 3:59۔

77 مبارکپوری، **الرحیق المختوم**، ص142، 120، 116۔

78 البخاری، **الصحیح البخاری**، کتاب الادب، باب فی قوله یسروا ولا تنفروا، رقم الحدیث:6125۔

79 سورۃ الحجرات 49:6۔

80 مبارکپوری، **الرحیق المختوم**، ص217۔

81 ابوداؤد، **السنن**، کتاب الخراج والامارۃ والفیئ ،باب ما یلزم الامام مین حق الرعیۃ، رقم الحدیث:2928۔

82 سورۃ طٰہٰ 20:114۔

83 ابن ماجہ، **السنن**، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ، باب ما یقال بعد الصلوٰۃ، رقم الحدیث:925۔

84 ابوداؤد، **السنن**، کتاب العلم، باب 02، رقم الحدیث:3641۔

85 ایضاً۔

86 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الرقاق، باب من جاہد نفسه فی طاعۃ اللہ، رقم الحدیث:6500۔

87 ایضاً، کتاب الادب، باب ما لا یستحیاللحق للتفقه فی الدین، رقم الحدیث:6112۔

88 مسلم، **صحیح مسلم**، المقدمۃ، باب ان الاسناد من الدین، رقم الحدیث:15۔